تُو کہاں ہوگا؟

اِز نوید ملک

عزیزو! نہ تو یہ کسی مذہب کی تعلیم ہے (اگرچہ ہمارے نزدیک تمام مذاہب قابلِ اِحترام ہیں) اور نہ ہی کسی مذہب کے خلاف بات ہے۔ آپ جو کوئی بھی ہیں آپ بھی اِس اِلٰہی محبت کو قبول کر کے حیاتِ اَبدی کے وارث ہو سکتے اور گناہوں کی معافی حاصل کر سکتے ہیں۔ خُداوندِ کریم آپ سے پیار کرتا ہے اور وُہ نہیں چاہتا کہ آپ اُس کی قربت سے محرُوم رہیں۔

تُو کہاں ہو گا؟

اِز نوید ملک

معزز قارئینِ کرام!

ایک طویل عرصہ سے میرے دِل میں یہ خیال اُٹھتا رہا کہ مضمون ہٰذا پر قلم اُٹھاؤں لیکن اِقرار کرتا ہوں کہ مصروفیات الوقت کے گہرے بادلوں کی لپیٹ میں ہونے کے سبب سے ایسا نہ کر پایا۔لیکن ایک دِن آفتابِ صبح طلوع ہوتے ہی میرے ایک رفیق جناب شہزاد بخش صاحب نے ٹیلی فون پر مجھے یاددِلایا کہ زِندگی اور موت، برکت ولعنت اور نارِجہنم یا فردوسِ بریں کے اِنتخاب کیلئے فیصلہ سے متعلق اِن دو سوالات پر کُچھ تحریر کرنے کا جو بیڑا آپ نے اُٹھایا تھا اُس پر قلم اُٹھائیں کیونکہ وَقت بہت گُزر گیا اور ہم زمانہ کے اِختتام کی طرف برق رفتاری سے رواں ہیں۔ نہ تو اللہ وتبارک وتعالٰی اور نہ ہی ہم یہ چاہتے ہیں کہ نسلِ اِنسانی سدا کھوئی ہوئی رہے اور بِن منزل کے مرجائے۔جہنم نہیں بلکہ اِنسانوں کیلئے فردوسِ بریں بنی ہے۔

میں نے سارے کام ایک طرف چھوڑے اور اُن سے معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ ماضی میں واقعی میں نے اِس پر کام نہیں کیا اور اِقرار کیا کہ واقعی یہ اِتنا اَہم مضمون ہے جس پر مجھے لکھنا چاہئے تھا۔تا ہم آپ کے فون رَکھتے ہی میں زبانِ قلم قرطاسِ اَبیض کے سینہ پر رَکھوں گا اور اِن دو اہم ترین سوالات کے جوابات تحریر کروں گا کیونکہ واقعی اَب مزید سوچتے رَہنے کا وَقت نہیں۔یاد رکھیں کہ اِس کتابچہ کے لکھنے کیلئے بھی وَقت دَرکار ہوگا۔میری دُعا ہے کہ خُداوندِ کریم ہمیں فہم عنایت فرمائے کہ ہم نیک مقصد اور حصولِ منزل کیلئے اِن سوالات پر غیر جانب دار ہوکر غور کریں۔

صاف ظاہر ہے کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد میرا ابدی مقام کونسا ہے؟ فردوس یا جہنم جسے گندھک اور آگ سے جلنے والی جھیل بھی کہا جاتا ہے۔ ویسے ہم سب جانتے ہیں کہ کوئی بھی نارِ جہنم میں نہیں جانا چاہتا۔ ہر کسی کی دِلی آرزو ہے کہ وُہ فردوس میں ہی جائے۔

یہ مثال دے کر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ جس کسی مذہب کی گاڑی پر سوار ہیں کیا آپ کو یقین ہے کہ وُہ آپ کو منزل پر پہنچائے گی؟ اور اگر آپ کا یقین ہے کہ آپ فردوس میں جائیں گے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے لیکن آپ کے پاس اس کی کیا گارنٹی ہے۔ اپنے آپ کیلئے اِس کی وضاحت کیجئے۔

دُوسری بات یہ کہ کسی بھی مذہب کا پیروکار ہونا ہمارا گناہ نہیں ہے اور کوئی بُری بات بھی نہیں۔ لیکن ایک بات ضرور ہے کہ کسی بھی مذہبی شخص کو شخصی طور پر تحقیق کر کے یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس کسی مذہب کا میں پیروکار ہوں تو کیوں ہوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا میں اِس لیئے فلاں یا فلاں مذہب کا پیروکار ہوں کہ میرے والدین کا یہ مذہب تھا؟ فرض کریں کہ اگر والدین مسیحی تھے تو ضروری تو نہیں کہ اولاد بھی خود بخود مسیحی ہو! کیونکہ لکھا ہے کہ سب نے گناہ کیا اور خُدا کے جلال سے محروم ہیں۔

حضرتِ داؤدؑ اپنی حیثیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بہتر ہوگا کہ میں نہ بتاؤں تا کہ آپ خود زبور ۵۱، کی تلاوت کریں اور اِس سوال کا جواب جانیں۔ جیسے کسی ڈاکٹر کا بیٹا خود بخود ڈاکٹر نہیں ہوسکتا اِسی طرح مسیحی کا بیٹا خود بخود مسیحی نہیں ہوسکتا۔ مسیحی ہونے کیلئے سنِ بلوغت کو پہنچ کر اُس کو خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ ہم سب کا یہی حال ہے۔ اِسی لیئے تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تحقیق کریں کہ جس راہ پر آپ جا رہے ہیں وُہ کہاں جاتی ہے۔ کلامِ مُقدس فرماتا ہے کہ ایسی بھی راہیں ہیں جو اِنسان کو سیدھی معلوم ہوتی ہیں لیکن اُن کی اِنتہا پر موت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اَپنے دِل کی تسلی کیلئے آپ رواں دواں ہوں لیکن ہوں تاریک راہ پر۔

یہاں پر میں زیرِ بحث مضمون پر تفصیل سے بات کرنا پسند کروں گا کہ ہمیں اَپنے آپ سے یہ سوالات پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اور اِن کا درست جواب کیا ہوسکتا ہے؟

بچپن سے لے کر آج تک بغیر کسی مذہبی اِمتیاز کے جس کسی سے بھی مجھے مِلنے کا اِتفاق ہوا کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میں پاک و راستباز شخص ہوں۔ ہر شخص یہ اِقرار کرتا ہے کہ میں گنہگار ہوں۔ توراتِ شریف کے مطابق یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ہم سب اِنسان بلاتفریقِ رنگ و نسل جو بھی اِس دھرتی پر ہیں حضرتِ آدمؑ کی اولاد ہیں۔ ہم اِس بات سے بھی متفق ہیں کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی یعنی نافرمانی تھی اور اُس درخت کا پھل کھالیا تھا جس کے کھانے سے آپؑ کو منع فرمایا گیا تھا۔ ہم سب متفق ہیں کہ جو خون حضرتِ آدمؑ میں تھا وُہی ہم

میں بھی ہے۔جیسی کھال اُن کی تھی ہماری بھی ہے۔وُہ ہماری ہی طرح کے اِنسان تھے۔جیسے خواہشات وجذبات حضرتِ آدمؑ کے تھے ہمارے بھی ویسے ہی ہیں۔جیسے وُہ آزمائش کی طرح مائل ہوئے ہمارے لیئے بھی بے شمار مواقع ہوتے ہیں اور اکثر ہم گناہ کی گہری کھائی میں گر بھی جاتے ہیں۔حضرتِ آدمؑ کے فرزندوں میں سے ایک نے دُوسرے کا خون کردیا اور آج بھی اِنسان ویسا ہی ہے۔

حضرتِ آدمؑ کی خطا سے پیشتر اِس طرح کی کوئی بات نہ تھی۔اللہ تعالیٰ اور حضرتِ آدم وحواؑ کی بڑی خوبصورت وپاکیزہ ماحول میں رفاقت ہوتی تھی۔سراپا پاکیزگی راج کرتی تھی لیکن جب وُہ ابلیس کے فریبوں کی لپیٹ میں آگئے تو خالقِ حقیقی سے دُور ہوگئے۔چنانچہ ہم نسلِ آدمؑ ہونے کے سبب سے گناہ ہی میں جنم لیتے ہیں اور گنہگار ہیں۔اُس وقت سے ہم گناہ کرکے ہی گنہگار نہیں ہوتے بلکہ گناہ میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔یہی سبب ہے کہ کلام اللہ میں رقم ہے کہ سب نے گناہ کیا اور خُدا کے جلال (قُربِ الٰہی) سے محروم ہیں۔

ہم اچھے کام کرتے،نیکیاں کرتے اور راستباز بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ساتھ ہی ساتھ ہم گناہ بھی کرتے ہیں۔انجیلِ مُقدس کے زمانہ کے ایک رسول فرماتے ہیں کہ جس کام (نیک کام) کے کرنے کا میں اِرادہ کرتا ہوں وُہ مجھ سے نہیں ہو پاتا لیکن جس کام کا میں اِرادہ بھی نہیں کرتا وُہ کام مُجھ سے ہوجاتا ہے اور مزید فرماتے ہیں کہ اِس گناہ اور موت کے بدن سے مجھے کون چھڑا سکتا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ وُہ خود بھی اِس طرح کی حالت سے تنگ آچکے تھے۔

ایک حقیقت تو عیاں ہے کہ خُدا پاک ہے اور اِنسان گنہگار ہے۔عہدِ حاضر میں ساری دُنیا کی بات تو نہ سہی ہمارے اپنے وطنِ عظیم میں جو پاک سرزمین ہے وہاں ابلیس کیسے بھنگڑا ڈال رہا ہے۔ ہر طرف موت کا خوف طاری ہے۔دہشت قدم قدم پر ہے۔ہر دُوسرا شخص ڈاکو کے رُوپ میں نظر آتا ہے۔جہاں مذہبی اداروں کی بھرمار ہے وہاں ابلیس نے بھی اپنے چیلے تیار کیے ہوئے ہیں اور شوکیس سجا رکھے ہیں۔شاید دُنیا کے کسی مُلک میں بھی اِتنا کُشت وخون نہیں ہوتا جتنا ہمارے ملک میں ہوتا ہے۔آخر اِس کی وجہ کیا ہے؟ کیا یہی وجہ نہیں کہ ہماری سرِشت میں گناہ موجود ہے؟ جہاں ہم نیک کام کرتے ہیں وہاں ہم گناہ بھی کرتے ہیں۔

حضرتِ آدمؑ کی اولاد میں سے مکمل طور پر پاک اور راستباز ہونے کا کوئی بھی دعویدار نہیں ہے۔ہم اپنی نیکیوں کے سبب سے سو فیصد نمبر حاصل نہیں کرسکتے۔اگر ایسا ہی ہے تو گنہگار اِنسان کی منزل کونسی ہوگی؟ وُہ مرنے کے بعد کہاں جائے گا؟ کیوں بہت سے لوگ اپنی منزل سے بے خبر ہیں کیونکہ اُن کا ضمیر اُن کو بتا رہا ہے کہ خُدا پاک ہے اور تُم گنہگار ہو اور خود پاک اور راستباز بن نہیں سکتے ہو۔اِس حالت میں اگر خُدا دُنیا والوں کی عدالت کرے تو حضرتِ نوحؑ کے زمانے والوں کی طرح ایک دفعہ پھر اُسے اِنسان کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنا پڑے گا۔مگر خُدا ایسا نہیں کرتا کیونکہ وُہ سراپا محبت ہے۔

اَللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اِس لیئے بنایا کہ وُہ اُس کی حمد وتمجید کرے۔اُس کی قطعی مرضی نہیں کہ کسی بھی شخص کو جہنم رسید کرے۔اِنسان خود اُس تک رسائی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام ہو جاتا ہے۔کوئی بھی اِنسان اپنی ذاتی راستبازی کے سبب سے اُس تک نہیں پہنچ پایا۔تو پھر ایسا کونسا راستہ ہے جس کے ذریعہ گنہگار اِنسان خُدا تعالیٰ تک رسائی کر سکتا ہے؟ کلامِ خُدا یعنی انجیل شریف کو بُنیاد بناتے ہوئے آپ کی خِدمت میں اِس راستے کی نشاندہی کی جاتی ہے۔چاہیں تو اُس راستے پر چلیں اور چاہیں تو رَد کریں۔آپ کی اَبدیت کا فیصلہ آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

جب اللہ پاک دیکھتا ہے کہ اِنسان میری نگاہ میں راست نہیں اور اگر اِنسان کیساتھ عدل کیا جائے تو کوئی بھی میری حضوری میں آنہیں سکتا۔جب کہ خُدا چاہتا ہے کہ ہر فردِ بشر اُس کی حضوری میں اَبدیت گُزارے جہاں کوئی دُکھ نہیں، تکلیف نہیں، موت نہیں، دہشت گردی نہیں بلکہ اَبدی آرام ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے گنہگار اِنسان کیلئے خود اِنتظام کیا کہ اُس اِنتظامِ الٰہی پر اِیمان لانے کے سبب سے گنہگار شخص بچ سکتا ہے۔یہ خُدا تعالیٰ کا فضل ہے اور فضل کا مطلب یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ کی طرف سے جو میرا حق نہیں تھا وہ مجھے مل جائے۔

اِنتظامِ الٰہی برائے گنہگار اِنسان یہ ہے کہ خُدا جانتا تھا کہ حضرتِ آدمؑ کے وَقت سے اِنسان کے اذہان میں قربانی کا تصور موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے خود ہی فدیہ وقربانی کی بنیاد رکھی۔یہ اُس وَقت ہوا جب حضرتِ آدمؑ کو چمڑے کی پوشاک پہنائی گئی۔مابعد حضرتِ آدمؑ اور اُن کا خاندان بھی اللہ پاک کے حضور مختلف اَقسام کے نذرانے لے کر آتا رہا۔حضرتِ نوحؑ کشتی سے باہر آئے تو آپ نے قربانی کی۔حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تو بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ آپ پہلے ہی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اَپنے ایک بیٹے کو بھی قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔پھر اولادِ یعقوبؑ جن کو بنی اِسرائیل بھی کہا جاتا ہے اَپنے گناہوں کے عوض مختلف اَقسام کی قربانیاں کرتے رہے یہاں تک کہ آج بھی اُن کی سنت کی پیروی کی جاتی ہے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ قربانیاں تو کی جاتی رہیں لیکن دِل پھر بھی حق تعالیٰ سے دُور ہی رہے۔قربان گزار قربانی کر کے ابھی اَپنے گھر نہیں پہنچتا تھا کہ ایک اور گناہ کر چُکا ہوتا۔حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری سرشت میں تبدیلی کا آنا ضروری ہے۔اگر میرا دِل ہی تبدیل نہیں ہوا اور سوچ وخیال تبدیل نہیں ہوئے تو پھر ایسی قربانیوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی خوشی نہیں۔نہ تو میری دُعائیں اور نہ ہی میری نمازیں اُس کے حضور مقبول ہوں گی۔لٰہذا یہ صرف پیسہ کا ضیاں اور دِل کی تسلّی اور دُوسروں کو دِکھانے کیلئے ہے اُوپر والے کی طرف سے کوئی اَجر نہیں ہے۔منافقانہ رُوح سے خُداوندِ کریم کو نفرت ہے۔

بنی اسرائیل جو قربانیاں کرتے تھے وہ اُن کے گناہوں کو دُور نہ کر پائیں۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ اِنسان اَشرف المخلوق ہے، حیوان اشرف المخلوق نہیں اور یوں حیوان اِنسان کا عوضی ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اِنسان کو رُوحانی پہلو کے اِعتبار سے خُداوند کریم نے اَپنی صورت و شبیہ پر پیدا کیا، کسی حیوان کو نہیں اور یوں حیوان اِنسان کا عوضی نہیں سکتا تھا۔ اِنسان میں زِندگی کا دَم پھونکا گیا کسی حیوان میں نہیں اور یوں حیوان اِنسان کا عوضی نہیں سکتا تھا۔ اِنسان جن آزمائشوں سے دوچار ہوتا ہے کوئی حیوان نہیں ہوتا اور اِنسان جن گناہوں کا مُرتکب ہوتا ہے کوئی حیوان نہیں ہوتا جس سبب سے حیوان اِنسان کا عوضی نہیں سکتا تھا۔ اِنسان کے کفارہ کیلئے کسی اِنسان کی ہی قربانی لازم تھی کیونکہ اِنسان ہی اِن تجربات سے گزرتا ہے۔

اگرچہ اِن تمام تجربات سے کوئی اِنسان ہی گُزر سکتا ہے لیکن اَلمیہ یہ ہے کہ کوئی اِنسان ایسا نہیں جو بے عیب و بے گناہ ہو کہ وُہ گنہگار اِنسان کا عوضی ہو پائے۔ یہ بات ایک مسلّم حقیقت ہے کہ اِنسان کی قربانی خُدا تعالیٰ کے حضور قابلِ قبول ہے وَرنہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کی قربانی کا تقاضا کبھی نہ کرتا۔ یہ صرف واحد اور آخری مقام ہے جہاں خُدا نے اِنسانی قربانی کیلئے کہا ہے۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ مستقبل قریب میں اللہ تعالیٰ بنی نوِانسان کے گناہوں کیلئے ایک کامل اِنسان کی قربانی کرنے کو تھا، تا کہ گنہگار اِنسان اُس پر اِیمان لاکر حیاتِ اَبدی وگناہوں کی معافی حاصل کرے۔ یہی وُہ رَاہ تھی جس پر چلنے سے اِنسان منزل تک پہنچ جاتا ہے اور یہی اُس سوال کا جواب تھا کہ مرنے کے بعد آپ کہاں ہوں گے۔

میں اِس بھید کو جس کے جاننے کیلئے آپ تجسّس میں ہیں کھولنا چاہتا ہوں۔ جب اِس زمین پر کوئی ایسا اِنسان نہ تھا جو مکمل طور پر پاک و بے عیب ہوتا کہ بنی نوِانسان کا فدیہ و عوضی ہو پائے تو اللہ تعالیٰ نے اَپنے کلمہ کو جو اُس وَقت سے خُدا کے ساتھ ہے جب سے خُدا ہے جسم دیا اور وُہی کلمہ مجسم ہو کر اِس دُنیا میں آیا۔ اُردو زبان میں ہم اُس کو یسوع المسیح کہتے ہیں، عربی میں مسیح اِبنِ مریم، عبرانی میں یہوشوع اور انگریزی میں جیزز کہتے ہیں۔ چونکہ کلمہ خُدا پاک ہے اِس لیئے وُہ کلمہ مجسم بھی پاک ہے۔ جب یہی کلمہ یعنی کلمۃ اللہ و رُوح اللہ جسم اِختیار کر کے اِس دُنیا میں آیا تو فرمایا کہ میں اِس لیے نہیں آیا کہ خدمت لوں بلکہ خدمت کروں اور اَپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دُوں (مقدس مرقس ۱۰:۴۵)۔ خُدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اَپنا اکلوتا بیٹا (رُوحانی فرزند) بخش دیا تا کہ جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زِندگی پائے'' (مقدس یوحنا ۳:۱۶)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بنی نوِانسان کی بخشش اور عدن سے کھوئے ہوئے مقام پر پھر سے بحالی کا اِنتظام خُدا نے کیا ہے جس کو رَدّ کرنا خُداوند خُدا کی نافرمانی ہے۔ لیکن خُدا کی طرف سے ہماری مخلصی و معافی کیلئے جو اِنتظام ہوا وہ یہ ہے کہ حضور مسیح یعنی کلمۃ اللہ و رُوح اللہ نے ہماری جگہ لے لی اور ہماری خاطر مر گئے تا کہ دُنیا کا جو بھی گنہگار شخص اُن پر اِیمان لائے وُہ رُوحانی پہلو کے لحاظ سے نہ مرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ واحد

ہے اسی طرح اُس کے پاس جانے کا راستہ بھی واحد ہے۔اِسی لیئے حضور المسیح نے فرمایا ''راہ حق اور زِندگی میں ہوں اور کوئی بھی میرے وسیلہ کے بغیر باپ (رُوحانی اعتبار سے) کے پاس نہیں آتا'' (یوحنا ۱۴:۶)۔

مختلف پسِ منظر سے تعلق رکھنے والے ہزاروں اور لاکھوں بلکہ اربوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جن سے اسی طرح کے بیانات سُننے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے اور کُتب بھری پڑی ہیں کہ......

''کئی برس گُذر گئے میرے سامنے بھی کوئی منزل نہ تھی اور ''میں کیوں ہوں'' اور ''کیا ہوں'' کا بھی جواب میرے پاس نہیں تھا۔بالآخر مجھے ایک مردِ خُدا مِلا اور اُس نے پوچھا کہ اگر آج تُو مر جائے تو کہاں جائے گا۔میرا جواب یہ تھا کہ معلوم نہیں کیونکہ صرف اُوپر والا ہی جانتا ہے۔پھر اُس نے جواب میں کہا کہ اُوپر والے نے تو حضور المسیح کے وسیلہ سے راہ ہموار کر دی ہے اب آپ کی اپنی بات ہے کہ آپ اُس راہ پر چلتے بھی ہیں کہ نہیں۔وُہ راہ حضور المسیح ہیں۔یہ کسی مذہب کی بات نہیں بلکہ خُدا کی محبت برائے بنی نوا انسان ہے۔اگر تُو چاہے تو حق تعالیٰ کی اِس لازوال محبت کو قبول کر اور منزل پالے۔چنانچہ میں نے اپنے گناہوں کا اِقرار کیا اور اُن سے توبہ کی اور خُداوندِ کریم کی طرف سے حضور المسیح کے وسیلہ سے تیار کی گئی راہ پر چل پڑا۔اِس سے قبل میں صرف مذہبی تھا''۔

اَب چونکہ میں خُدا تعالیٰ کی طرف سے تیار کی گئی راہ پر رواں ہوں اِس لیئے میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج اس دُنیا سے چلا جاؤں تو درِ فردوس میرے لیئے کُھلا ہے اور میں خُدا تعالیٰ کی قربت میں ہوں گا۔مجھے اپنے گناہوں کی معافی اور بعد اِز مرگ حیاتِ اَبدی کا پورا پورا یقین ہے۔مسیحا نے فرمایا کہ میرے پاس آنے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو گا''۔

عزیزو! نہ تو یہ کسی مذہب کی تعلیم ہے (اگر چہ ہمارے نزدیک تمام مذاہب قابلِ اِحترام ہیں) اور نہ ہی کسی مذہب کے خلاف بات ہے۔آپ جو کوئی بھی ہیں آپ بھی اِس اِلٰہی محبت کو قبول کر کے حیاتِ اَبدی کے وارث ہو سکتے اور گناہوں کی معافی حاصل کر سکتے ہیں۔خُداوندِ کریم آپ سے پیار کرتا ہے اور وُہ نہیں چاہتا کہ آپ اُس کی قربت سے محروم رہیں۔اگر اِس تعلق سے مزید معلومات حاصل کرنا پسند کریں تو اِس ای میل پر رابطہ کر سکتے ہیں ubinstitute2012@minister.com یا آپ مندرجہ ذیل پتہ پر خط بھی لکھ سکتے ہیں۔

''پوسٹ بکس نمبر 17686 کراچی 75300

دُعا ہے کہ ’’اَے پاک پرورِدگار میرے اِس بھائی کو اِس بہن کو رُوحانی فہم عنایت فرما اور اِس کی رُوحانی آنکھوں کو کھول تا کہ وُہ اَپنی اُخروی زِندگی کا فیصلہ بغیر کسی دباؤ کے کر سکے اور تیری طرف سے کیئے گئے اِنتظامِ اِلٰہی برائے بخشش کو اَپنے لیئے قبول کر سکے۔ ہمارے بندھنوں کو تُو ہی توڑ سکتا ہے۔ ساری رکاوٹیں دُور فرما، دُنیا داری کی رُوح جاتی رہے اور یہ جان تیرے کام کیلیئے اِستعمال ہو سکے۔ حضور المسیح کے صدقے سے ہم یہ دُعا کرتے ہیں‘‘ آمین۔